قرآن کریم اور اُبار (یعنی قوم عاد وارم) کے قدیم شہر کی دریافت

محمد راشد اصلاحی (انڈیا)

جنوبی عرب میں عمان کے ایک دور دراز علاقے میں آثار قدیمہ کے ماہرین کی ایک ٹیم نے ایک قدیم شہر دریافت کیا ہے۔اس دریافت کا اعلان ۵ فروری ۹۲ء کو جنوبی کیلوفورنیا کی، ھنگٹن لائبریری سے کیا گیا۔جنوبی کیلوفورنیا کے دو افراد نے نکولس کلیپ (NICHOLAS CLAPP) اور جارج ھیجز (GEORGE HEDGES) نے کی اس ٹیم کی تنظیم ورھنمائی کا کام سرانجام دیا یہ ماہرین گذشتہ دس سال سے امریکہ، انگلینڈ اور عمان کے ماہرین آثارِ قدیمہ اور اور امریکی خلائی ادارے ناسا (NASA) کے سائنس دانوں کی ایک ٹیم کے ساتھ مل کر کام کررہے تھے۔قدیم نقشوں اور خلائی مطالعہ کے ذریعہ حاصل کی ہوئی معلومات سے آثارِ قدیمہ کی اس ٹیم کی تنظیم ورھنمائی کا کام سرانجام دیا ہے کے یہ ماہرین اور محققین اس قدیم شہر کی کھوج نکالنے میں کامیاب ہوگئے ہیں جو مدتوں پہلے ریت میں دب کر صفحۂ ہستی سے مٹ چکا تھا اور جس کا کوئی نام ونشان باقی نہ بچا تھا۔اس سلسلہ میں امریکی خلائی ادارے کے ذریعہ حاصل کی ہوئی تصاویر سے مدد ملی کیونکہ ان کے ذریعے ان قدیم شاہراہوں کا تعین ممکن ہوسکا جو اس شہر کو بیرونی دنیا سے جوڑتی تھیں۔جنوب عرب میں ایک وسیع ریگستانی سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔جو الربع الخالی کے نام سے جانا جاتا ہے۔سائنس دانوں نے اسی علاقے میں ریت کے نیچے دفن اس قدیم شہر کو دریافت کیا ہے۔ان کے اندازے کے مطابق قریب پانچ ہزار سال پہلے یہ ایک خوش حال، متمدن اور آباد شہر تھا۔اس کے باشندے زیادہ تر کاشت کاری کرتے تھے اس کے علاوہ ایک خاص قسم کا لوبان تیار کرتے تھے جو مذہبی رسوم اور مردوں کی تدفین میں استعمال ہوتی تھی۔زمانہ قدیم میں سونے کی طرح اسے بھی بہت قیمتی سمجھا جاتا تھا۔اس شہر کے لوگ دوسرے ممالک کو یہ چیزیں برآمد کرتے تھے اور اس تجارت کے باعث بہت صاحبِ ثروت اور خوشحالی تھے۔اس زمانے میں غالباً وہاں پانی بکثرت دستیاب تھا اور یہ علاقہ آج کی طرح یکسر خشک اور بنجر نہیں تھا۔شاید وہاں کچھ ندیاں بھی بہتی تھیں اور اس علاقہ میں چشمے اور کنویں بھی تھے جو بعد میں خشک ہوگئے

۔سائنس دانوں نے یہاں ایک عظیم الشان بڑے ستونوں کا شہر دریافت کیا جس کا قطر ۱۰ فٹ اور طول بیس فٹ تھا اس سے وہاں کے باشندوں کی تہذیبی اور فن تعمیر میں ان کی مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پھر کسی وقت یہ شہر کسی بڑی آفت کا شکار ہوا اور صفحہ ہستی سے اس کا نام ونشان مٹ گیا۔ دنیا کے تمام مذہبی صحیفے اور قدیم تاریخیں اور اساطیری دستاویزات اس شہر کے ذکر سے خالی ہیں۔ بائیبل میں بھی اس بستی کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ صرف قرآن مجید نے اس شہر اور وہاں کے باشندوں کا متعدد مقامات پر مختلف انداز میں ذکر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اس علاقے کا سفر نہیں کیا تھا۔ چنانچہ فطری طور پر انھیں کسی ایسے شہر سے متعلق کوئی اطلاع نہیں ہوسکتی تھیں جو ریت کے نیچے دبا ہوا تھا اور دنیا میں آپ کی تشریف آوری سے سیکڑوں سال پہلے اس کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔ چنانچہ زمین کے نیچے دفن اس شہر، اس کی تہذیب وتمدن، اس کے باشندوں کی خوش حالی اور ان کے طغیان وتمرد کی تفصیلات سے آنحضور ﷺ کو خدائے علیم وخبیر کے علاوہ کسی اور ذریعے سے یہ معلومات حاصل نہیں ہوسکتی تھیں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کے بیانات اور سائنس دانوں کی حاصل کردہ معلومات کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو بہت دلچسپ حقائق سامنے آتے ہیں اور دونوں میں غیر معمولی مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ قرآن مجید کی حقانیت کی ایک بڑی دلیل ہے۔ جو سائنسدانوں کی تحقیق میں آئی ہے۔ بلاشبہ جیسے جیسے انسانی علم وتحقیق کا قافلہ آگے بڑھتا جائیگا اور اسکی حقانیت کے شواھد مزید روز افزوں ملتے چلے جائینگے۔

قرآن مجید میں قوم عاد کا ذکر چوبیس مختلف مقامات پر آیا ہے۔ اور اس شہر کو "عاد ارم" کے نام سے ذکر کیا گیا ہے سائنس دانوں کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بہت قدیم شہر ہے جو پانچ ہزار سال سے بھی پہلے موجود تھا۔ قرآن مجید کا بیان بھی یہی ہے کہ اس قوم کا تعلق زمانہ قدیم سے ہے اور یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد صفحہ ہستی پر ظاہر ہوئے جیسا کی سورۃ اعراف میں ارشاد ہے:

وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ(۱)

اور یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا۔

وہاں سے دریافت شدہ آثار کی روشنی میں سائنس داں اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ شہرت بہت خوشحال تھا اور اس کے باشندے بہت متمول اور صاحبِ ثروت تھے۔قرآن کہتا اللہ تعالٰی نے انھیں قوی اور دراز قامت بنایا تھا چنانچہ ارشاد ہے:

وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً (۲)

اور جسمانی اعتبار سے تمہیں وسعت اور کشادگی عطا فرمائی۔

کچھ مفسرین نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ یہ لوگ دراز قامت، تنومند طاقت ور اور خوشحال بھی تھے۔ماہرین آثارِ قدیمہ نے وہاں عظیم الشان ستونوں والا ایک قلعہ اور بہت سی عمارتیں دریافت کی ہیں اور اس سے بجا طور پر اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس قوم کو فنِ تعمیر میں بڑی مہارت حاصل تھی اور یہ بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرتے تھے۔قرآن مجید کا بیان ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

اَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (۳)

کیا تم ہر بلندی پر عبث یادگاریں تعمیر کرتے رہو گے۔اور شاندار محل بناتے رہو گے گویا تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور جب بھی تم کسی پر حملہ آور ہوتے ہو تو جہاں رانہ حملہ آور ہوتے ہو۔

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اگلے وقتوں میں یہ علاقہ بہت زرخیز تھا اور یہاں وافر مقدار میں پانی دستیاب تھا۔اب یہ الربع الخالی کا حصہ ہے اور حوادث زمانہ نے اسے پورا کا پورا ریگستان میں تبدیل کر دیا ہے اور بے شمار ریت کے ٹیلوں کا ایک مجموعہ ہے۔اسے ریت کا ایک عظیم الشان سمندر کہا جا سکتا ہے۔قرآن نے اس سرزمین کے لئے "الاحقاف" کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس میں "الاحقاف" کے نام سے ایک پوری سورہ بھی ہے۔جیسا کہ معلوم ہے کہ احقاف کے معنی ہی ریت کے تودوں کے ہیں۔قرآن میں ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالاَحْقَافِ (۴)

اور تم عاد کے بھائی کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنی قوم کو ریگ کے مستطیل تو دون پر جہاں کہ وہ آباد تھی ڈرایا۔

سائنس دانوں نے بڑے بڑے ستوں والے ایک وسیع وعریض قلعے کے کھنڈرات کا بھی انکشاف کیا ہے جس کے ستون دس دس فٹ موٹے اور بیس بیس فٹ لمبے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے

اَلَم تَر كَيفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَم ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثلُهَا فِي الْبِلاَدِ

کیا تم نے دیکھا نہیں تمہارے رب نے اونچے اونچے ستونوں والے عادِارم کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جن کے مثل دنیا میں کوئی قوم پیدا نہیں کی گئی۔

ماہرین آثارِ قدیمہ کا اندازہ ہے کہ یہ شہر ۱۰۰ ۔ ۲۰۰ عیسوی کے درمیان موجود تھا۔ پھر اس آباد اور خوش حال شہر پر کوئی ایسی زبردست تباہی نازل ہوئی جس نے اس کو زیروزبر کر دیا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ شہر ۱۰۰۔ ۲۰۰ء کے درمیان اس وقت تباہ ہوا جب چونے پتھر کا وہ وسیع غار کسی باعث بیٹھ گیا جو اس شہر کے نیچے واقع تھا۔ ان کے تجزیہ کے مطابق جو شواہد دستیاب ہوئے ہیں وہ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ان روایات کو ماننے میں تامل نہیں جن کے مطابق اس شہر کے باشندے اپنی بداعمالیوں اور بدکاریوں کی پاداش میں عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوئے اور اس طرح ان کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے قصص وحکایات کا حوالہ دیا ہے۔ یہ بات افسوناک ہے کہ ان ماہرین نے قرآن مجید کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ انھیں قصص وحکایات کے حوالہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ امر اس لئے اور بھی افسوناک ہے کہ قرآن مجید نے اس شہر اور اس کے باشندوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اگر انھوں نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہوتا تو سارے

حقائق عیاں ہو کر ان کے سامنے آجاتے اور شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی ۔ غار کے بیٹھ جانے اور سوٴ عذاب الٰہی کے نتیجہ میں اس قوم کی ہلاکت میں کوئی تضاد نہیں ہے غار کا بیٹھ جانا خود عذاب الٰہی کا ایک نتیجہ ہوسکتا ہے قرآن مجید نے قوم عاد کے گناہوں کا بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالیٰ عَادٍ اَخَا ھُمْ ھُودً ا قَالَ یَقُومِ اعبُد وُ االلہُ مَالکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیُرہ اَفلاَ تَتقُّونَ. قَالَ الْملاُ الَّذِینَ کفروُ مِن قَومِہ اِنَّا لَنراکَ فِی سَفَاھَۃٍ وَاِنَّا لَنُظنُّکَ مِنَ الکاذبِیْنَ(۵)

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے دعوت دی، اے میرے ہم قومو! اللہ ہی کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمھارا کوئی اور معبود نہیں۔ تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ اس کی قوم کے بڑوں نے جنہوں نے کفر کیا جواب دیا کہ ہم تم کو ایک کھلی ہوئی حماقت میں مبتلا دیکھتے ہیں اور ہم تم کو جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔

یہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے ۔ اپنے قد کاٹھ اور خوش حالی وفارغ البالی کے باعث شدید قسم کے کبر وغرور کا شکار ہو گئے تھے اور سمجھتے تھے کہ روئے زمین پر ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے اس لئے وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

فَاَمَّا عَا دٌ فَاستَکبَروُ اَفِي الْاَرضِ بِغَیرِ الْحقِّ وَقَالُو اَمَنْ اَشَدُّ مِنَا قُوۃٌ اِوَلَمْ یَروَ اَانّ اللہَ الّذِیْ خَلقَھُمْ وَ ھُوَ اَشَدُّ مِنھُمْ قُوّۃً.

رہے عاد تو انھوں نے زمین میں بغیر کسی حق کے گھمنڈ کیا اور بولے کہ ہم سے بڑھ کر طاقت میں کون ہے کیا انھوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ زور آور ہے۔

یہی وجہ تھی کہ نبی کی دعوت پر کان دھرنے اور اس کی وعیدوں سے عبرت حاصل کرنے کے

بجائے انھوں نے اس کا مذاق اڑایا اور عذاب الٰہی کا مطالبہ کیا۔

فَاءِ تِنَا بِمَا تَعِدُ نَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِ قِیْن(۷)

تو تم عذاب کی ہم کو دھمکی سنا رہے ہو اس کو لاؤ اگر تم سچے ہو۔

جب یہ انکار، تمسخر اور استکبار حد کو پہنچ گیا اور اصلاح احوال کی کوئی امید باقی نہیں رہی تو سنتِ الٰہی کے مطابق یہ لوگ اپنی بداعمالیوں اور بدکاریوں کی پاداش میں عذاب میں گرفتار ہوئے، عذاب ان کے اوپر تیز ہوا کی صورت میں نازل ہوا۔

فَاَرْ سَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحاً صَرصَر اً فِیْ اَیَّامٍ نَحِسَات لِنُد یْقَهُمْ عَذابَ الْخِزیِ فِي الْحَیٰوةِ الدُّنیَا(۸)

تو ہم نے ان پر چند مخصوص دنوں میں ایک تیز ہوا بھیجی تا کہ ان کو دنیا کی زندگی میں رُسوائی کا عذاب چکھائیں۔

اس عذاب کی ہمہ گیری، تندی اور اس کے نتیجہ میں برپا ہونے والی تباہی کی تفصیلات دوسرے مقامات پر پائی جاتی ہیں۔ارشاد ہے۔

فَـاَمّـَا عَـادٌ فَاُهْلِكُوْ ا برِیْح صَرْ صَر عَاتیِةٍ سَخَّرَ هَا عَلَیْهِم سَبْعَ لَیَالٍ وَ ثَمَانِیَةَ اِیَّام حُسُو مًا فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعیٰ کَاَنَّهُم اَعْجَازُنخْلٍ خَاوِیَهْ(۹)

رہے عاد تو وہ ایک بے قابو تیز ہوا سے برباد ہوئے اس کو اللہ نے سات رات اور آٹھ دن ان کی بیخ کنی کے لئے ان پر مسلط رکھا تم دیکھتے ہو کہ وہاں اس طرح پچھاڑے ہوئے پڑے تھے گویا کہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔

سورۃ والذاریات میں ارشاد ہے کہ جس چیز پر سے بھی اس ہوا کا گذر ہوا کسی کو باقی نہیں چھوڑا سب کو چورہ، چور کر دیا۔

مَا تَذَرُ مِنْ شَیْئٍ اَتَتْ عَلَیْہِ اِلَّا جَعَلَتْہُ کَالرَّمِیْم(۱۰)

وہ جس چیز پر سے گذرتی، ریزہ ریزہ کر کے چھوڑتی تھی

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے اور اپنی سنت جاریہ کے عین مطابق حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے رفقا، کو اس ہمہ گیر تباہی سے بچالیا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاَنْجَیْنٰہُ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا(۱۱)

پس ہم نے اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے اپنے فضل سے نجات دی اور ان لوگوں کی ہم نے جڑ کاٹ دی، جنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔

قرآن نے ایک دوسرے مقام پر تباہ ہونے والوں کے لئے عاد اولیٰ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

وَاَنَّہٗ اَھْلَکَ عَادَنِ الْاُوْلٰی(۱۲)

اور اسی نے ہلاک کیا عاد اول کو

اس سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ شاید قوم عاد کے باقی ماندہ لوگ یہیں کہیں مقیم تھے اور بعد میں ان کی بستی بھی کسی قدرتی حادثہ کے نتیجہ میں نیست و نابود ہوگئی۔ اوپر کی تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سائنس دانوں کے انکشافات قرآنی بیانات سے بہت قریب ہیں۔ ان کے یہاں اس باب میں جو کچھ شک پایا جاتا ہے اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کا بغور مطالعہ نہیں کیا اور یہاں وہاں کی بے سروپا داستانوں میں الجھ گئے۔ اگر انھوں نے براہ راست قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہوتا تو نہ صرف یہ کہ ان کو تخمین وظن کا سہارا نہ لینا پڑتا بلکہ ان کو اپنی تحقیقات میں قرآنی شواہد سے بہت کچھ رہنمائی بھی ملی ہوتی اور ساری صورت حال آئینہ کی طرح صاف ہو کر سامنے آگئی ہوتی۔ کیونکہ یہ کتاب اس علیم وخبیر کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو زمین و آسمان کے سارے اسرار سے واقف ہے۔ یہی وجہ ہے قرآن ہمیں بہت سے ایسے حقائق اور سچائیوں سے روشناس کراتا ہے۔ جو نزول قرآن کے

وقت لوگوں کے علم میں نہیں تھی۔اب جدید انکشافات کی روشنی میں یہ باتیں روز بروز سچی ثابت ہوتی جارہی ہیں اور جیسے جیسے انسانی علم ترقی کرتا جائے گا قرآنی بیانات کی حقانیت واضح ہوتی چلی جائے گی۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورۃ الاعراف/۶۹

۲۔ الاعراف/۶۹

۳۔ سورۃ اشعراء ۱۲۸۔۱۳۰

۴۔ سورۃ الاحقاف/۲۱

۵۔ سورۃ الاعراف ۶۵۔۶۶

۶۔ سورۃ حم السجدہ /۱۵

۷۔ سورۃ الاعراف/۷۰

۸۔ سورۃ الذاریات /۴۲

۹۔ سورۃ الاعراف/۷۲

۱۰۔ سورۃ والنجم/۵۰

۱۱۔ سورۃ الاعراف/۷۲

۱۲۔ سورۃ والنجم/۵۰